بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ

دنیا کی بہترین متاع نیک وصالح عورت ہے۔

(حدیث)

شادی
اور ہمارا معاشرہ

از

(مفتی) محمود علی مشاہدی مصباحی

استاذ: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ناشر

الحاج محب اللہ حشمتی ، ڈوکم امیا ، سدھارتھ نگر، یوپی

❁......نام کتاب : **شادی اور ہمارا معاشرہ**

❁...... مصنف : (مفتی) **محمود علی مشاہدی مصباحی**، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

❁...... نظر ثانی : حضرت مولانا **محمد ہارون مصباحی**، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

❁......کمپوزنگ : مولانا محمد اسلم مصباحی

❁...... سالِ اشاعت : ۲۰۱۹ء/ ۱۴۴۰ھ -

❁......صفحات : ۴۰

❁...... تعداد : ۱۰۰۰

❁......ناشر : الحاج محب اللہ حشمتی، ڈوکم امیا، سدھارتھ نگر، یوپی

.... ❁ ملنے کے پتے ❁ ....

- ...... مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
- ...... المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ
- ...... کتب خانہ قادریہ، اٹوابازار، سدھارتھ نگر، یوپی
- ...... اشرفی کتاب گھر، اٹوابازار، سدھارتھ نگر، یوپی

فہرست

نمبر شمار عنوانات	صفحہ نمبر

(۱) .... پیش لفظ.. ۴
(۲).... شادی اور ہمارا معاشرہ.. ۵
(۳)... شریک زندگی کے انتخاب کا معیار ۸
(۳).... بدمذہبوں سے رشتے ۱۱
(۴).... شادی کی رسمیں ۱۶
(۵).... منگنی کی رسم.. ۲۰
(۶).... میراث میں لڑکیوں کا حصہ.. ۲۳
(۷).... شادی سے متعلق چند ہدایات ۳۱
(۸).... تعارف مؤلف ۳۸

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

پیشِ لفظ

محب مکرم جناب الحاج محب اللہ حشمتی صاحب سے رمضان المبارک میں ممبئی میں ملاقات ہوئی، دوران گفتگو انھوں نے کہا کہ اس سال میرے بڑے لڑکے حبیب اللہ کی شادی ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ شادی سے متعلق مختصر کتاب مرتب کردیں جس میں خصوصیت کے ساتھ بدمذہبوں سے رشتے کا حکم اور میراث میں لڑکیوں کے حصے کا بیان ہو۔

شادی کی تاریخیں متعیّن ہونے کے بعد فون آیا کہ اگر کتاب تیار ہو تو اسے چھپوادیں، دعوت نامے کے طور پر اسی کو تقسیم کرنا ہے۔ کتاب تیار نہ تھی لیکن میں نے ان سے وعدہ کر لیا کہ آپ کو وقت پر کتاب مل جائے گی۔

اب کتاب چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے، میں نے اس کتاب میں اختصار کے ساتھ شادی اور ہمارا معاشرہ، شریک زندگی کے انتخاب کا معیار، بدمذہبوں سے رشتے اور میراث میں لڑکیوں کا حصہ وغیرہ موضوعات کو تحریر کیا ہے، ساتھ ہی ساتھ شادی سے متعلق چند ہدایات اور شادی کی رسموں کو بھی بیان کر دیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اصلاح معاشرہ میں یہ تحریر مفید اور کار آمد ہوگی۔

برادر گرامی حضرت مولانا **محمد ہارون مصباحی** استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے باضابطہ مطالعہ کر لیا ہے اس لیے غلطی کا امکان کم ہے، پھر بھی بشری تقاضے کے مطابق اگر کہیں کوئی شرعی خامی نظر آئے تو قارئین آگاہ فرمائیں۔

مولانا **محمد اسلم مصباحی** نے کتاب کو کمپوز کیا اور مفید مشوروں سے نوازا۔ میں ان حضرات کا شکر گزار ہوں اور اپنی اس مختصر کاوش کو اپنے والدین کریمین کے نام منسوب کرتا ہوں جن کی دعاؤں اور شفقت کے سہارے میں اس لائق ہوا۔ اللہ رب العزت ان کا سایہ تا دیر ہم پر قائم رکھے۔ آمین

محمود علی مشاہدی مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
ڈوکم امیا، پوسٹ تلوک پور، سدھارتھ نگر

۲۱/ ۲/ ۲۰۱۹ء بروز جمعرات

شادی اور ہمارا معاشرہ

عام بول چال میں کثرت کے ساتھ استعمال ہونے والے **"نکاح"** کے لفظ سے ہر شخص آشنا ہے خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ اور جاہل، لیکن اس کے صحیح معنیٰ اور مفہوم سے کم ہی لوگ واقف ہیں، عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ سو پچاس سے ہزار پانچ سو افراد کے جم غفیر کے ساتھ دلھن کے گھر دھاوا بول کر، مخصوص الفاظ ادا کرکے جسمانی ضرورت کی تسکین اور نفسانی خواہش کی تکمیل کا سامان فراہم کرنے کا نام **"نکاح"** ہے، جب کہ **"نکاح"** شریعت میں ایک دینی اور مذہبی عمل ہے —— یہ مرد اور عورت کے درمیان الفت و محبت، یگانگت اور باہمی مناسبت کا ایک پاکیزہ رشتہ —— دو دلوں کو جوڑنے کا ایک محبت آفریں عمل —— دو خاندانوں کی قرابت —— ایک صالح نسل کی ولادت —— تعلیم و تربیت اور ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کا ذریعہ ہے —— عفت و پاک دامنی کے حصول کے لیے اہم ڈھال —— معاشرے میں بڑھتی بے حیائی و بے راہ روی پر قدغن لگانے کا مؤثر ہتھیار ——مزید برآں اللہ عزوجل کے رسول کی سنت، آوارہ نگاہوں کا محافظ، بے قرار دلوں کا سکون اور معاشرتی نظام کا عظیم ستون ہے۔

جس طرح کھانا، پینا، پہننا، اوڑھنا انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہے اسی طرح ایک عمر کو پہنچنے کے بعد نکاح کرنا بھی بشری زندگی کا لازمہ اور فطری ضرورت ہے۔ رسول کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے شادی بیاہ مذہبی حد بندیوں سے آزاد تھا، اس آزادی نے معاشرے کو تباہی اور بربادی کے دہانے پر پہنچا دیا تھا، نبی رحمت ﷺ کے عہد ہمایوں میں اس کو الٰہی حدود و قیود کا پابند کیا گیا، یہی وجہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی کے سن بلوغ کو پہنچ جانے کے بعد نکاح کو ایک فطری و بنیادی ضرورت سمجھ کر انجام دے دیا جاتا تھا، نکاح کے انعقاد میں معاشی حالات آڑے نہیں آتے تھے۔

اسلام نے نکاح کو آسان سے آسان طریقے اور پوری سادگی کے ساتھ انجام دینے کا

حکم دیا ہے، اور اس بات سے بھی آگاہ کر دیا ہے کہ بابرکت نکاح وہی ہے جس میں خرچ کم سے کم ہو۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مَؤُونَةً. (ج: ۴۱، ص: ۷۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ)

سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بڑی برکت والا نکاح وہ ہے جس میں بوجھ کم ہو"۔

اسلام نے نکاح کو انتہائی سہل اور آسان بنایا ہے لیکن ہم نے اپنی کوششوں سے اسے ضرورت سے زیادہ مہنگا اور مشکل کام بنالیا ہے، معاشی خوش حالی اور تعیش کی حد تک اسباب کی فراہمی نکاح کے لیے لازم گردان لی گئی ہے، اور اگر یہ اسباب خود کی محنت سے فراہم نہ ہوں، یا کسی کے پاس فراہم بھی ہوں تو "هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ" کا جذبہ سسرال والوں کے آگے دست سوال دراز کرنے پر مجبور کرتا ہے، غیرت وحمیت کے رخصت ہوجانے سے اس وقت سماج اور معاشرہ کے اکثر افراد اس مرض میں مبتلا ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، تعیشانہ اسباب زندگی کی تحصیل کی فکر میں نکاح کے بغیر عمر عزیز کے قیمتی لمحات کو ضائع نہ کریں، لین دین، گھوڑے جوڑے وغیرہ کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کریں، اور اپنی محنت پر انحصار کرتے ہوئے اسلامی طریقے پر نکاح جیسی عظیم سنت کو اپنا کر خود بھی اپنے نفس پر ظلم ڈھانے اور معاصی سے بچیں، اور سماج میں رفیق سفر کے انتظار میں بیٹھی دین دار لڑکیوں اور ان کے والدین کو مصائب و آلام میں گرفتار ہونے سے بچائیں، غیرت و حمیت کا سودا نہ کریں اور کاسہ گدائی لیے ہوئے سسرال والوں کے آگے پیش ہونے سے سخت اجتناب واحتراز کریں، اِن شاءاللہ تعالیٰ آسودہ حالی نصیب ہوگی۔

نکاح جب مشکل ہو جائے تو ظاہر ہے کہ معاشرہ جنسی انارکی کا شکار ہوجاتا ہے، معاشرے کی تطہیر کے لیے اسلامی تعلیمات پر ایمان ویقین کے ساتھ عمل کے سوا کوئی چارہ

نہیں، کیا کبھی ہمارے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں صرف ایجاب و قبول پر مشتمل نکاح کے بابرکت معاہدے پر ہم نے کس قدر نت نئی رسموں اور فضول خرچیوں کا بوجھ ڈال رکھا ہے۔ **معاشرے اور سماج پر سرسری نگاہ ڈالنے سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ ہم نے ''نکاح'' کو ایک غریب، بلکہ متوسط آمدنی والے شخص کے لیے بھی ایک ناقابل عبور پہاڑ بنادیا ہے،** لاکھوں لاکھ روپے نکاح کی حقیقی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے نہیں، بلکہ صرف فضول رسموں کا پیٹ بھرنے کے لیے درکار ہیں جنھیں خرچ کرنے سے زندگی کی حقیقی ضروریات پوری کرنے میں کوئی مدد نہیں ملتی ہے، نکاح سے قبل اور بعد تقریبات اور دعوتوں کا سلسلہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا، پھر تقریبات میں بھی زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ نت نئے اخراجات کا اضافہ ہورہا ہے، نئے نئے مطالبے سامنے آرہے ہیں، چھوٹی بڑی رسمیں وجود پذیر ہورہی ہیں، غرض فضولیات کا ایک انبار ہے جس نے شادی کو ایک ایسی ذمہ داری میں تبدیل کردیا ہے جو عام طور پر صرف حلال آمدنی سے پوری نہیں کی جاسکتی؛ لہٰذا اسے پورا کرنے کے لیے کہیں نہ کہیں ناجائز ذرائع کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ منگنی کی تقریب سے لے کر دلھن کی میکے واپسی تک تقریباً ہر روز کسی نہ کسی تقریب کا اہتمام لازمی سمجھ لیا گیا ہے جس کے بغیر شادی بیاہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا، صرف منگنی کی تقریب مستقل شادی کی شکل اختیار کرچکی ہے، اور اس طرح نکاح کا یہ کارِ خیر متعدّد برائیوں اور گناہوں کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے، **غیر مسلم طبقہ جن بری رسموں اور رواجوں کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہے، اور ان کا پورا سماج شدت تکلیف اور درد سے کراہ رہا ہے، اور اجتماعی و انفرادی طور پر انھیں اپنے سماج اور معاشرے سے ختم کرنے کی کوشش میں ہے، ہمارا مسلم معاشرہ ان رسموں کو گلے لگا رہا ہے اور اپنی جائز و ناجائز دولت کی تشہیر اور معاشرے میں عزت و شہرت اور نام وری کے لیے سرگرم عمل ہے، یقین کیجیے کہ ہماری ترقی کی راہ میں ہمارا یہ مسرفانہ رویہ اور فضول خرچی کی عادت دیوارِ چین بن کر کھڑی ہے۔**

شریک زندگی کے انتخاب کا معیار

شریک زندگی کے انتخاب میں الٰہی ہدایات اور نبوی ارشادات کو پیش نظر رکھا جائے، دینی نہج سے غور و فکر کرنے کا مزاج بنایا جائے، مادی طرز فکر سے دست برداری اختیار کی جائے، نیک دین دار اور غریب خاندان کی لڑکی، یا لڑکے کا رشتہ آجائے تو محض اس کی غربت کی وجہ سے رشتے کو مسترد نہ کیا جائے، غربت و تونگری کوئی دائمی مسئلہ نہیں، مشیت ایزدی اور فضل الٰہی شامل حال ہو جائے تو ایک غریب آن کی آن میں مال دار اور تونگر بن سکتا ہے، اور کبھی ایسا بھی ممکن ہے کہ ایک امیر آن کی آن میں غربت و افلاس کا شکار ہو جائے۔

اعتبارے نیست قدسی طائر اقبال را
ایں کبوتر ہر زماں مشتاق بام دیگر است

بنیادی اعتبار سے رشتہ کرنے میں دین داری، تقوی و پرہیز گاری، شرافت و انسانیت، محنت و جستجو اور صلاحیت عمل پیش نظر ہو، کسی غریب لڑکے یا لڑکی میں یہ صفات پائی جائیں تو وہ اس قابل ہے کہ اس سے رشتہ کیا جائے اور اسے ہرگز نہ ٹھکرایا جائے، اکثر لڑکے والوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ لڑکی متمول خاندان کی ہو تاکہ اس رشتہ کی وجہ سے مال و دولت اور اسباب معیشت مفت ہاتھ آجائیں، اس فکری زوال نے ایمان و یقین کی بساط الٹ دی ہے، خالق کے بجائے مخلوق کے آگے ہاتھ پھیلانے کی بیماری معاشرہ میں سرایت کر گئی ہے، کتاب و سنت کی ہدایات فراموش کرنے کی وجہ سے ہم مشکلات سے دو چار ہیں، ان مشکلات کا آسان حل یہی ہے کہ کتاب و سنت پر عمل کو یقینی بنایا جائے، رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل ارشادات اور فرامین کو عام کیا جائے، اپنے اندر عمل کا جذبہ پیدا کیا جائے اور اپنے اپنے دائرہ اثر میں جہاں تک ہو سکے لوگوں کے دلوں میں یہ ولولہ پیدا کیا جائے کہ وہ ان کے مطابق عمل کریں اور دنیا و اہل دنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر اپنی آخرت کو تباہ نہ کریں۔

(۱) تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ، لِمَالِهَا، وَ لِحَسَبِهَا، وَ لِجَمَالِهَا، وَ لِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ. (رواہ الإمام مسلم فی صحیحہ، ج:۱، ص:۴۷۳، مجلس برکات، مبارک پور)

عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے۔

- **اس کی مال داری کی بنیاد پر**
- **اس کی خاندانی شرافت کی بنیاد پر**
- **اس کی خوب صورتی کی بنیاد پر**
- **اس کی دین داری کی بنیاد پر، تو تم دین دار عورت کو اختیار کرو۔**

(۲) مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لِعِزِّهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ إِلَّا ذُلّاً، وَ مَنْ تَزَوَّجَهَا لِمَالِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ إِلَّا فَقْراً، وَ مَنْ تَزَوَّجَهَا لِحَسَبِهَا لَمْ يَزِدْ إِلّا دَنَاءَةً، وَ مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَمْ يُرِدْ بِهَا إِلّا أَنْ يَغُضَّ بَصَرَهُ وَ يُحْصِنَ فَرْجَهُ أَوْ يَصِلَ رَحِمَهُ بَارَكَ اللّٰهُ لَهُ فِيْهَا وَ بَارَكَ لَهَا. (حلیۃ الأولیاء لأبي نعیم الأصفهاني، ج:۵، ص:۲۴۵، دار الفکر)

جس نے کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ذلت میں اضافہ کردے گا، جس نے اس کی دولت کی وجہ سے نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی بڑھادے گا، جس نے اس کی خاندانی شرافت کی بنیاد پر نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی دنائت میں اضافہ کردے گا، اور جس نے کسی عورت سے محض اس لیے نکاح کیا کہ اپنی نظر نیچی رکھ سکے اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کر سکے، یا اپنی سابقہ قرابت کی رعایت کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس شادی میں مرد و عورت دونوں ہی کے لیے برکت عطا فرمائے گا۔

اللہ عزوجل کی نعمتوں میں سب سے عمدہ اور بہترین نعمت دین دار، خوش اخلاق، اپنے شوہر سے محبت کرنے والی نیک و پارسا بیوی ہے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

(۳) أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ». (الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۴۷۵، مجلس برکات)

دنیا پوری کی پوری متاع (برتنے کی چیز) ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک وصالح عورت ہے۔

(۴) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: «مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللَّهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ، إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ، وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ. (سنن ابن ماجہ، ص:۱۳۴)

تقویٰ کے بعد مرد مومن کو حاصل ہونے والی سب سے بہترین نعمت صالح بیوی ہے، کہ اگر شوہر اسے حکم دے تو اس کی فرماں برداری کرے، اور جب اسے دیکھے تو خوش ہوجائے، اور اگر اس پر قسم کھالے تو وہ اسے پوری کردے، اور اگر شوہر اس کے پاس نہ ہو تو وہ اپنے نفس اور اس کے مال میں خیر خواہ ثابت ہو۔

(۵) عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ {وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالفِضَّةَ} [التوبة: ٣٤] قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: أُنْزِلَتْ فِي الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ، لَوْ عَلِمْنَا أَيُّ المَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذَهُ؟ فَقَالَ: «أَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ، وَقَلْبٌ شَاكِرٌ، وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِينُهُ عَلَى إِيمَانِهِ».

(الجامع الترمذی، ج:۲، ص:۱۳۶، أبواب التفسیر، من سورۃ التوبہ، مجلس برکات)

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ آیت کریمہ: ''وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ'' [اور وہ لوگ جو جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی] نازل ہوئی، تو ہم میں سے بعض نے کہا: سونا چاندی جمع کرنے کے سلسلے میں تو آیت اتری، اگر ہمیں معلوم ہوجائے کہ کون سا مال بہتر ہے تو اسے جمع کریں، تو حضور ﷺ نے فرمایا: بہتر ذخیرہ خدا کو یاد کرنے والی زبان اور شکر کے جذبے سے معمور دل اور نیک مومنہ بیوی ہے جو دین کے کاموں میں شوہر کی مددگار بنتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ان واضح اور صریح ارشادات کے باوجود ہمارا معاشرہ اور سماج

رشتے کے انتخاب کے وقت مال و دولت کی فراوانی، خاندانی وجاہت و شرافت اور ظاہری حسن وجمال کا انتہائی باریک بینی سے جائزہ لیتا ہے، اور ان کی مکمل تحقیق و تفتیش کرتا ہے، قد و قامت، خد وخال، دنیاوی تعلیم اور جسامت وغیرہ معلوم کرنے کی نہ صرف کوشش کرتا ہے بلکہ جب تک ان تمام چیزوں کی معلومات فراہم نہ ہوجائیں رشتے کو معلق رکھتا ہے۔ دین داری، خوش اخلاقی، عفت و پارسائی، صوم وصلات کی پابندی اور دینی و مذہبی تعلیم کے بارے میں کسی قسم کی تحقیق و جستجو کی ضرورت محسوس نہیں کرتا، جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ شادی ہوتے ہی بیٹا ماں باپ سے دور ہوجاتا ہے، ساس اور بہو کا جھگڑا گھر کے اطمینان و سکون کو غارت کر دیتا ہے، ایک بھائی دوسرے بھائی کے خون کا پیاسا نظر آتا ہے، رشتوں کا تقدس اور ان کا احترام پامال ہوجاتا ہے اور صالح اولاد کا تصور معدوم ہوجاتا ہے۔ رشتوں کے انتخاب میں اگر اخلاق و کردار اور دین داری کو معیار بنایا جائے گا تو اس کے خوش گوار نتائج برآمد ہوں گے۔

ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا: میری لڑکی کے لیے بہت سے رشتے آئے ہیں، آپ کے خیال میں لڑکا کیسا ہونا چاہیے؟ فرمایا: اس لڑکے کا انتخاب کرو جس کے دل میں خدا کا خوف ہو، جو تمھاری بیٹی سے محبت کرے تو اس کی محبت میں تعظیم کا پہلو نمایاں ہو اور اگر کسی وجہ سے ناراض ہو تو ظلم نہ کرے۔ (احیاء العلوم الربع الثانی، ص:۲۵)

بدمذہبوں سے رشتے

تقویٰ و پرہیزگاری، اخلاق و کردار تو دور آج کل کچھ ناعاقبت اندیش افراد جہیز کے لالچ میں آکر، اور مادی منفعت اور دنیوی زندگی کے چند روزہ آرام و آسائش کی خاطر ناموس رسالت پر شب خون مارنے والوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس و ارفع میں توہین و تنقیص کے مجرموں سے بھی رشتہ کرنے سے گریز نہیں کرتے اور شریعت مطہرہ کی قائم کی ہوئی حدوں کو توڑتے ہیں، اور اپنے خیال خام میں

وہ دانش ور اور اتحاد و اتفاق کے علم بردار بنتے ہیں، ممکن ہے کہ انھیں صحیح صورت حال کا علم نہ ہو اور سنی دیوبندی اختلافات کو صرف نیاز فاتحہ، اور چادر گاگر تک ہی محدود سمجھتے ہوں؛ اس لیے یہ وضاحت ضروری ہے کہ علماے دیوبند سے علماے اہل سنت کا بنیادی اختلاف نیاز فاتحہ، چادر گاگر، عرس اور تیجہ دسواں وغیرہ کا ہر گز نہیں ہے بلکہ اس اختلاف کی بنیاد ان کے علما کی وہ عبارتیں ہیں جن میں انھوں نے رسول کریم حضور احمد مجتبیٰ ﷺ کی بارگاہ عظمت نشان میں کھلے لفظوں میں گستاخیاں کی ہیں اور سب وشتم کی تمام حدوں کو پار کر گئے ہیں۔

اسلام و ایمان اور جبہ و دستار کی آڑ میں ان لوگوں نے جو گل کھلائے ہیں کوئی غیر مسلم بھی اس کی جسارت نہیں کر سکتا ہے، وہ عبارتیں آج بھی ان کی کتابوں میں موجود ہیں، انھیں پڑھ کر ہر اردو جاننے والا سمجھ سکتا ہے، اور اگر اس میں ذرا سی بھی انسانیت باقی ہے اور وہ تعصب و عناد سے پاک و صاف ہے تو اسے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا کہ ان عبارتوں کے لکھنے والوں کا اسلام و ایمان سے دور کا بھی رشتہ نہیں ہے، اور وہ اسلام سے خارج ہیں۔ آسانی کے لیے وہ عبارتیں ہم یہاں نقل کر دے رہے ہیں۔

(۱) مولانا محمد قاسم نانوتوی جنھیں علماے دیوبند اپنی جماعت کا سب سے بڑا عالم سمجھتے اور مانتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں لکھتے ہیں:

اول معنی خاتم النبیین کا معلوم کرنا چاہیے۔ تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا ختم ہونا بایں معنی ہے کہ:

آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے، اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ: تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقام مدح میں '' وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط'' فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟

ہاں! اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے، اور اس مقام کو مقام

مدح نہ قرار دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ: اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی۔ (تحذیر الناس، ص: ۳، کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ضلع سہارن پور، یوپی)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاے گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، **بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔** (تحذیر الناس، ص: ۲۳)

مزید لکھتے ہیں:

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ (تحذیر الناس، ص: ۲۴)

(۲) مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری اپنی کتاب ”براہین قاطعہ“ میں لکھتے ہیں:

شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟

شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت علم کی نص سے ثابت ہے۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔ (براہین قاطعہ ص: ۶۶، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند)

(۳) واضح رہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے پہلے مولانا رشید احمد گنگوہی نے اس کا مطالعہ کر کے اس کی مکمل تائید و تصدیق کی ہے۔

(۴) مولانا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب ”حفظ الایمان“ میں لکھتے ہیں:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو

دریافت طلب یہ امر ہے کہ: اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص:۸ کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند)

دیوبندی جماعت کے یہ چار امام ہیں، ان کی یہ عبارتیں اردو زبان میں ہیں، تمام اختلافات کی بنیاد یہی عبارتیں ہیں، ادنی اردو جاننے والا شخص انھیں پڑھ کر سمجھ سکتا ہے کہ پہلی عبارت میں مولانا محمد قاسم نانوتوی نے خاتمیت محمدی ﷺ کا صریح انکار کیا ہے جو کفر ہے۔ دوسری عبارت میں رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد سہارنپوری، انبیٹھوی نے مشترکہ طور پر شیطان کے لیے وسعت علم نص سے ثابت مانا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے وسعت علم کی ان کے نزدیک کوئی نص نہیں بلکہ آپ ﷺ کے لیے وسعت علم ماننا ان کے نزدیک شرک ہے، معاذ اللہ ربّ العالمین۔ اور تیسری عبارت میں اشرف علی تھانوی نے رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں سے تشبیہ دی ہے۔

ان چاروں افراد کی انھیں کفری عبارتوں کی وجہ سے عرب و عجم اور ہند و سندھ کے تمام اکابر علمانے ان کو اسلام سے خارج قرار دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ان شاتمان رسول کی ان کفری عبارتوں پر مطلع ہونے کے بعد بھی جو شخص ان کو مسلمان جانے، یا انھیں اپنا امام و پیشوا تسلیم کرے وہ بھی انھیں کی طرح اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ رہ گئے ناواقف اور ان پڑھ عوام جو ان کفری عبارتوں پر مطلع نہیں اور اس جماعت کے مولویوں کی ظاہری ریاکارانہ شریعت کی پابندی دیکھ کر ان کے جال میں پھنس گئے ہیں، یا وہابی، دیوبندی اور اہل سنت و جماعت کا جھگڑا صرف نیاز فاتحہ وغیرہ تک محدود جانتے ہیں وہ مرتد نہیں، زیادہ سے زیادہ گمراہ ہیں۔

ایسے لوگوں سے رشتہ ناتا اور شادی بیاہ کا کیا حکم ہے، اور ایسا کرنا شریعت کی روشنی میں

کیسا ہے، اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی وہ حدیث بہت اہم ہے جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں ہرزہ سرائی کرنے والوں کا حکم بیان فرمایا ہے، اُس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن الله اختارني و اختار لي أصحاباً وأصهارا، وسيأتي قوم يسبونهم وينقصونهم فلا تجالسوهم ولاتشاربوهم ولا تؤاكلوهم ولاتناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم. (المستدرك للحاكم ٣/ ٦٣٢، حلية الأولياء لأبي نعيم، ٢/ ١١، تاريخ بغداد للخطيب، ٢/ ٩٩)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالی نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب واصہار چن لیے اور عن قریب ایک قوم آئے گی کہ انھیں برا کہے گی اور ان کی شان گھٹائے گی، تم ان کے پاس نہ بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہ کرنا، نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو، اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

اس حدیثِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے ساتھ کھانے پینے، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، ان کی نماز جنازہ پڑھنے، ان کے ساتھ نماز پڑھنے، اور ان کے یہاں شادی بیاہ کرنے سے منع فرمایا ہے، جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا حکم اتنا سخت ہے **تو اگر کوئی شخص محبوب رب العالمین، حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی کرے، ان کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتائے، آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کرے، اور آپ کے علم کو صبی و مجنون اور حیوانات و بہائم کے علم کے برابر قرار دے، یا ان سے تشبیہ دے، یا ایسا کہنے اور لکھنے والوں کو اپنا امام و پیشوا تسلیم کرے، ایسے لوگوں کا حکم کتنا سخت ہو گا ہر مسلمان اس کا خود فیصلہ کر سکتا ہے۔**

اس بارے میں فقہ وافتا کی مشہور و متداول کتاب فتاوی عالم گیری کی عبارت بہت ہی واضح اور فیصلہ کن ہے، اس کی عبارت یہ ہے:

وَتَصَرُّفُ الْمُرْتَدِّ فِي رِدَّتِهِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ ... (وَمِنْهَا) مَا هُوَ بَاطِلٌ بِالِاتِّفَاقِ نَحْوُ النِّكَاحِ، فَلَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً مُسْلِمَةً، وَلَا مُرْتَدَّةً وَلَا ذِمِّيَّةً لَا حُرَّةً وَلَا مَمْلُوكَةً، وَتَحْرُمُ ذَبِيحَتُهُ ... كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ .

ترجمہ: ارتداد کی حالت میں مرتد کے تصرفات کی چار صورتیں ہیں: انھیں میں سے ایک صورت وہ ہے جو تمام علما کے نزدیک بالاتفاق باطل ہے، جیسے نکاح کرنا؛ لہذا مرتد کا نکاح کسی مسلمان عورت سے جائز نہیں، یوں ہی اسی کے مثل کسی مرتد عورت اور ذمی عورت، آزاد عورت اور باندی سے بھی اس کا نکاح درست نہیں۔ اور اس کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔

(فتاوی عالم گیری ج:۲، ص:۲۵۵، الباب التاسع في أحكام المرتدين، دار الفكر، بيروت)

تمام مسلمان بھائیوں سے میری دردمندانہ گزارش ہے کہ آپ اس پوری بحث کو متانت اور سنجیدگی کے ساتھ پڑھیں اور غور کریں کہ اس طرح کا گندہ اور گھناؤنا عقیدہ اپنانے والوں سے رشتہ لگانے اور شادی بیاہ کرنے کی صورت میں کیا تمھارا عمل شریعت کے مطابق ہے یا اس کے مخالف، اور یہ رشتہ جو نکاح کی صورت میں ہوا ہے کیا وہ درست بھی ہے یا نہیں، ہمیں یقین ہے کہ جس کے دل میں بھی رسول اللہ ﷺ کی محبت کا چراغ روشن ہوگا اور دین سے اس کا کچھ بھی تعلق باقی ہوگا وہ یہی فیصلہ کرے گا کہ ایسے لوگوں سے شادی بیاہ رچانا قطعًا یقینًا باطل ہے، اللہ تعالی ہمیں اپنے دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

شادی کی رسمیں

شادیوں میں طرح طرح کی رسمیں برتی جاتی ہیں، ہر ملک میں نئی رسوم ہر قوم و خاندان کے رواج اور طریقے جداگانہ۔ جو رسمیں ہمارے ملک میں جاری ہیں ان میں بعض کا

ذکر کیا جاتا ہے۔ رسوم کی بنا عرف پر ہے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شرعًا واجب یا سنت یا مستحب ہیں لہٰذا جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو اُس وقت تک اُسے حرام و ناجائز نہیں کہہ سکتے کھینچ تان کر ممنوع قرار دینا زیادتی ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ رسوم کی پابندی اسی حد تک کر سکتا ہے کہ کسی فعل حرام میں مبتلا نہ ہو۔

بعض لوگ اِس قدر پابندی کرتے ہیں کہ ناجائز فعل کرنا پڑے تو پڑے مگر رسم کا چھوڑنا گوارا نہیں، مثلاً لڑکی جوان ہے اور رسوم ادا کرنے کو روپیہ نہیں تو یہ نہ ہوگا کہ رسوم چھوڑ دیں اور نکاح کر دیں کہ سبکدوش ہوں اور فتنہ کا دروازہ بند ہو۔ اب رسوم کے پورا کرنے کو بھیک مانگنے طرح طرح کی فکریں کرتے، اس خیال میں کہ کہیں سے مل جائے تو شادی کریں برسیں گزار دیتے ہیں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ **بعض لوگ قرض لے کر رسوم کو انجام دیتے ہیں، یہ ظاہر کہ مفلس کو قرض دے کون پھر جب یوں قرض نہ ملا تو بنیوں کے پاس گئے اور سودی قرض کی نوبت آئی، سود لینا جس طرح حرام اسی طرح دینا بھی حرام، حدیث میں دونوں پر لعنت آئی اللہ (عزوجل) و رسول (ﷺ) کی لعنت کے مستحق ہوتے اور شریعت کی مخالفت کرتے ہیں مگر رسم چھوڑنا گوارا نہیں کرتے۔ پھر اگر باپ دادا کی کمائی ہوئی کچھ جائداد ہے تو اُسے سودی قرض میں مکفول کیا ورنہ رہنے کا جھونپڑا ہی گروی رکھا تھوڑے دنوں میں سود کا سیلاب سب کو بہا لے گیا۔ جائداد نیلام ہوگئی مکان بنیے کے قبضہ میں گیا دربدر مارے مارے پھرتے ہیں نہ کھانے کا ٹھکانہ، نہ رہنے کی جگہ اس کی مثالیں ہر جگہ بکثرت ملیں گی کہ ایسے ہی غیر ضروری مصارف کی وجہ سے مسلمانوں کی بیشتر جائدادیں سود کی نذر ہوگئیں، پھر قرض خواہ کے تقاضے اور اُس کے تشدد آمیز لہجہ سے رہی سہی عزت پر بھی پانی پڑ جاتا ہے۔** یہ ساری تباہی بربادی آنکھوں دیکھ رہے ہیں مگر اب بھی عبرت نہیں ہوتی اور مسلمان اپنی فضول خرچیوں سے باز نہیں آتے، یہی نہیں کہ

اسی پر بس ہو اس کی خرابیاں اسی زندگی دنیا ہی تک محدود ہوں بلکہ آخرت کا وبال الگ ہے۔ بموجب حدیث صحیح لعنت کا استحقاق، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اکثر جاہلوں میں رواج ہے کہ محلہ یا رشتہ کی عورتیں جمع ہوتی ہیں اور گاتی بجاتی ہیں یہ حرام ہے کہ اولاً ڈھول بجانا ہی حرام پھر عورتوں کا گانا مزید براں۔ عورت کی آواز نامحرموں کو پہنچنا اور وہ بھی گانے کی اور وہ بھی عشق و ہجر ووصال کے اشعار یا گیت۔ **جو عورتیں اپنے گھروں میں چلاّکر بات کرنا پسند نہیں کرتیں گھر سے باہر آواز جانے کو معیوب جانتی ہیں ایسے موقعوں پر وہ بھی شریک ہوجاتی ہیں گویا ان کے نزدیک گانا کوئی عیب ہی نہیں کتنی ہی دُور تک آواز جائے کوئی حرج نہیں نیز ایسے گانے میں جوان جوان کواری لڑکیاں بھی ہوتی ہیں ان کا ایسے اشعار پڑھنا یا سننا کس حد تک ان کے دبے ہوئے جوش کو ابھارے گا اور کیسے کیسے ولولے پیدا کرے گا اور اخلاق وعادات پر اس کا کہاں تک اثر پڑے گا۔** یہ باتیں ایسی نہیں جن کے سمجھانے کی ضرورت ہو، ثبوت پیش کرنے کی حاجت ہو۔

نیز اسی ضمن میں رت جگا بھی ہے کہ رات بھر گاتی ہیں اور گلگلے پکتے ہیں، صبح کو مسجد میں طاق بھرنے جاتی ہیں۔ یہ بہت سی خرافات پر مشتمل ہے۔ نیاز گھر میں بھی ہو سکتی ہے اور اگر مسجد ہی میں ہو تو مرد لے جاسکتے ہیں عورتوں کی کیا ضرورت، **پھر اگر اس رسم کی ادا کے لیے عورت ہی ہونا ضرور ہو تو اس جمگھٹے کی کیا حاجت، پھر جوانوں اور کنواریوں کی اس میں شرکت اور نامحرم کے سامنے جانے کی جرأت کس قدر حماقت ہے،** پھر بعض جگہ یہ بھی دیکھا گیا کہ اس رسم کے ادا کرنے کے لیے چلتی ہیں تو وہی گانا بجانا ساتھ ہوتا ہے اسی شان سے مسجد تک پہنچتی ہیں ہاتھ میں ایک چومک ہوتا ہے یہ سب ناجائز جب صبح ہوگئی چراغ کی کیا ضرورت اور اگر چراغ کی حاجت تو مٹی کا کافی ہے آٹے کا چراغ بنانا اور تیل کی جگہ گھی جلانا فضول خرچی ہے۔

دولھا، دلھن کو بٹنا لگانا، مائیوں بٹھانا، جائز ہے ان میں کوئی حرج نہیں۔ دولھا کو مہندی

لگانا، ناجائز ہے۔ یوہیں کنگنا باندھنا، ڈال بَری کی رسم کہ کپڑے وغیرہ بھیجے جاتے ہیں جائز۔ دولھا کو ریشمی کپڑے پہننا حرام۔ یوہیں مغرق جوتے بھی ناجائز اور خالص پھولوں کا سہرا جائز بلاوجہ ممنوع نہیں کہا جاسکتا۔

ناچ باجے آتش بازی حرام ہیں۔ کون اس کی حرمت سے واقف نہیں مگر بعض لوگ ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ یہ نہ ہوں تو گویا شادی ہی نہ ہوئی، بلکہ بعض تو اتنے بے باک ہوتے ہیں کہ اگر شادی میں یہ محرمات نہ ہوں تو اُسے غمی اور جنازہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک تو گناہ اور شریعت کی مخالفت ہے، دوسرے مال ضائع کرنا ہے، تیسرے تمام تماشائیوں کے گناہ کا یہی سبب ہے اور سب کے مجموعہ کے برابر اس پر گناہ کا بوجھ۔ آتش بازی میں کبھی کپڑے جلتے کبھی کسی کے مکان یا چھپر میں آگ لگ جاتی ہے کوئی جل جاتا ہے۔

ناچ میں جن فواحش و بدکاریوں اور مخرب اخلاق باتوں کا اجتماع ہے ان کے بیان کی حاجت نہیں، ایسی ہی مجلسوں سے اکثر نوجوان آوارہ ہو جاتے ہیں، دھن دولت برباد کر بیٹھتے ہیں، بازاریوں سے تعلق اور گھر والی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیسے بُرے بُرے نتائج رونما ہوتے ہیں اور اگر ان بیہودہ کاریوں سے کوئی محفوظ رہا تو اتنا ضرور ہوتا ہے کہ حیا و غیرت اٹھا کر طاق پر رکھ دیتا ہے۔ **بعضوں کو یہاں تک سنا گیا ہے کہ خود بھی دیکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ جوان بیٹوں کو دکھاتے ہیں۔ ایسی بد تہذیبی کے مجمع میں باپ بیٹے کا ساتھ ہونا کہاں تک حیا و غیرت کا پتا دیتا ہے۔**

شادی میں ناچ باجے کا ہونا بعض کے نزدیک اتنا ضروری امر ہے کہ نسبت کے وقت طے کر لیتے ہیں کہ ناچ لانا ہوگا ورنہ ہم شادی نہ کریں گے۔ لڑکی والا یہ نہیں خیال کرتا کہ بیجا صرف نہ ہو تو اُسی کی اولاد کے کام آئے گا۔ ایک وقتی خوشی میں یہ سب کچھ کر لیا مگر یہ نہ سمجھا کہ لڑکی جہاں بیاہ کر گئی وہاں تو اب اُس کے بیٹھنے کا بھی ٹھکانا نہ رہا۔ ایک مکان تھا وہ بھی سود میں گیا اب تکلیف ہوئی تو میاں بی بی میں لڑائی ٹھنی اور اس کا سلسلہ دراز ہوا تو

اچھی خاصی جنگ قائم ہوگئی، یہ شادی ہوئی یا اعلانِ جنگ۔ ہم نے مانا کہ یہ خوشی کا موقع ہے اور مدت کی آرزو کے بعد یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے بے شک خوشی کرو مگر حد سے گزرنا اور حدودِ شرع سے باہر ہوجانا کسی عاقل کا کام نہیں۔

ولیمہ سنت ہے بنیت اتباعِ رسول اللہ ﷺ ولیمہ کرو خویش و اقارب اور دوسرے مسلمانوں کو کھانا کھلاؤ۔ بالجملہ مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے ہر کام کو شریعت کے موافق کرے، اللہ (عزوجل) ورسول (ﷺ) کی مخالفت سے بچے اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

(بہار شریعت، ج:۷، ص:۱۰۵-۱۰۷، دعوت اسلامی)

منگنی کی رسم:

منگنی کی رسم میں عام طور پر لڑکے کے گھر سے چند مرد اور عورتیں لڑکی کے گھر اسے دیکھنے کے لیے آتے ہیں اور کپڑا، پیسہ، انگوٹھی، مٹھائیاں اور پھل وغیرہ لڑکی اور اس کے گھر والوں کو پیش کرتے ہیں، **جس لڑکے کے ساتھ رشتہ ہونا ہے اس کا باپ، بھائی، چچا، ماموں، بہنوئی اور اس طرح کے دوسرے قریبی رشتے دار لڑکی کو دیکھتے ہیں،** پسند آنے کی صورت میں لڑکی کو روپے پیسے دیتے ہیں، اور لڑکی کے گھر والے سماج کے طعن و تشنیع کے خوف سے اور اپنا بھرم باقی رکھنے کے لیے بادل ناخواستہ طوعاو کرھا پر تکلف کھانوں سے ان کی ضیافت کرتے ہیں، پھر واپسی کے وقت لڑکی کے گھر والے اسے دیکھنے آئے ہوئے تمام مردوں اور عورتوں کو روپے پیسے دیتے ہیں، اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ رقم اس سے زائد ہو جو لڑکے کے گھر والوں نے لڑکی کو دی ہے، نیز جوڑے اور مٹھائیاں دینے کا رواج بھی زور پکڑ رہا ہے، ساتھ ہی ساتھ لڑکی کے گھر کی عورتیں دیکھنے آئی ہوئی عورتوں کی گود میں تھوڑا سا چاول اور پیسہ ڈالتی ہیں جس کو گود بھرنے کے نام سے جانا جاتا ہے

یہ ایک انتہائی قبیح رسم ہے، بالغہ لڑکی کو اجنبی مردوں کا دیکھنا، یوں ہی بالغ لڑکے کو اجنبی عورتوں کا دیکھنا ناجائز و حرام ہے، شریعت نے ضرورت شرعی کے بغیر

اس کی اجازت نہیں دی ہے، اور منگنی کے وقت اجنبیوں کا دیکھنا کوئی ضرورت شرعی نہیں، جو اجنبی مرد، یا عورت بھی لڑکی، یا لڑکے کو دیکھیں گے وہ سب گناہ گار ہوں گے، صرف لڑکے کے لیے اس لڑکی کو دیکھنے کی اجازت ہے جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

عَنْ المُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ :خَطَبْتُ امْرَأَةً، فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا » قُلْتُ : لَا، قَالَ : «فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا» . قال الترمذي: وَمَعْنَى قَوْلِهِ: «أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا» أَحْرَى أَنْ تَدُومَ المَوَدَّةُ بَيْنَكُمَا. (مشکاۃ المصابیح، ص:۲۶۹، باب النظر إلی المخطوبۃ، مجلس برکات)

میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم نے اسے دیکھ لیا ہے؟"، میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "اسے دیکھو؛ اس کی وجہ سے تم دونوں کے درمیان موافقت ہونے کا پہلو غالب ہے"۔

لڑکی والوں پر لازم ہے کہ ہرگز ہرگز منگنی میں آنے والے مردوں کو اپنی لڑکی نہ دکھائیں، اور منگنی کرنے والوں پر بھی لازم ہے کہ خود نہ دیکھیں بلکہ کسی قابل اعتماد نیک اور صالح عورت دیکھ کر نکاح کرنے والے کو بتادے، یا جس لڑکے سے رشتہ لگا ہے وہ خود دیکھ لے۔ آنے والے مہمانوں کی ضیافت کرنے اور بغیر دیکھے کچھ لینے دینے میں حرج نہیں لیکن اس وقت یہ رسم بہت زیادہ عام ہے اور دن بدن اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے، فضول خرچی اور دکھاوے کا دور دورہ ہے؛ اس لیے اس سے مکمل طور پر اجتناب ہی میں عافیت ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس قسم کی رسموں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔

● غیروں کی دیکھا دیکھی ایک انتہائی گھناؤنی اور قبیح رسم یہ رواج پا رہی ہے کہ نکاح کے بعد دولھے کو گھر کے اندر بلایا جاتا ہے اور بدتمیزی و بے حیائی کا ایسا ننگا کھیل کھیلا جاتا ہے جسے دیکھ کر شیطان بھی شرما جائے، دس پانچ سال کی بچیوں سے

لے کر پچاس ساٹھ سال کی عورتیں اکٹھا ہوتی ہیں، دولھے کے ساتھ اس کے اوباش دوست احباب ہوتے ہیں، ہنسی مذاق کا دور چلتا ہے، کوئی جوتا چراتا ہے تو کوئی کنکر پتھر پھینک کر دل بہلاتا ہے، بسا اوقات تو مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی ہے، دولھے کو کچھ تحفے تحائف پیش کیے جاتے ہیں، گھر کے ذمہ داروں پر لازم ہے کہ اس رسم بد سے خود کو اور اپنے گھر والوں کو دور رکھیں۔

● وداعی کی رسم: دولھا اور دلھن کے گھر کے چند افراد اکٹھا ہو کر وداعی کی رسم انجام دیتے ہیں، اس میں متعدّد چیزیں ہوتی ہیں مثلاً نائی کا پیسہ، کھانا بنانے والے کا پیسہ، مہندی پیسنے کے نام پر رقم، جوتا چرانے کی رسم اور اس کی رقم، گاڑی والوں کو وداعی کے نام پر رقم دینا اور ان کے علاوہ بہت ساری خرافات، گھنٹوں مطالبات اور جوڑ توڑ کا سلسلہ چلتا ہے اگر کوئی اپنی خوشی سے کسی کو کچھ دے تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں لیکن آج کل ان رسموں کی وجہ سے جو پریشانیاں اور دشواریاں ہو رہی ہیں وہ سب کی نگاہوں کے سامنے ہیں، آئے دن وداعی کے موقع پر لڑائی جھگڑے اور مار پیٹ کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں پھر بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں، اس سلسلے میں بہتر یہ ہے کہ ہر کوئی اپنے لوگوں کو جو دینا چاہے دے دوسرے سے دلانے کی زحمت نہ کرے، تاکہ مسرت و شادمانی کا یہ بیش قیمت لمحہ کسی انہونی کا شکار نہ ہو اور آپسی شکر رنجی اور من مٹاو کی کوئی بات پیش نہ آئے۔

لین دین کے سلسلے میں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ لڑکی انتظام و انصرام کے تعلق سے اپنے والدین کا اضطراب اور ان کی بے چینی کا برابر بہت قریب سے مشاہدہ کرتی ہے اور وہ اپنے والدین کی ان تمام پریشانیوں کا ذمے دار سسرال والوں کو ہی سمجھتی ہے جس کی وجہ سے اس کے دل میں ان کے خلاف نفرت و عداوت کا جذبہ پروان چڑھتا ہے اور پھر وہ کبھی بھی سسرال والوں سے قلبی محبت و انسیت نہیں رکھتی حالاں کہ اس رشتے کی بنیاد ہی محبت و عقیدت پر قائم ہوتی ہے اور ہم اپنے ہی

ہاتھوں سے اس کو ختم کر رہے ہیں اور ہمیں اس کا کچھ بھی احساس نہیں ہوتا۔

ان کے علاوہ بھی بہت سی چھوٹی بڑی غیر ضروری رسمیں در آئی ہیں حتی المقدور ان پر بند باندھنے اور ان میں کمی لانے کی ضرورت ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

میراث میں لڑکیوں کا حصہ

شادی کے موقع پر گھروں میں استعمال کی جانے والی چیزیں بچیوں کو دینے کا رواج عرصۂ دراز سے تسلسل کے ساتھ رائج ہے، ابتدائی دور میں اس بارے میں کسی طرح کے جبری مطالبے کا کوئی تصور نہیں تھا، لوگ اپنی حیثیت کے مطابق بچیوں کو کچھ نہ کچھ دیتے تھے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اس کی بنیاد پر وہ اپنی بچیوں کو وراثت سے حصہ نہ دیں اور انھیں ان کے حق سے محروم کر دیں بلکہ جس طرح لڑکوں کا شریعت نے جو حصہ متعیّن کیا ہے وہ ان کو دیا جاتا تھا اسی طرح لڑکیوں کو بھی شریعت کی جانب سے ان کا مقرر و متعیّن حصہ بلا کم و کاست دیا جاتا تھا، لیکن آج جب ہم اپنے گرد و پیش پر نگاہ ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس وقت پورا مسلم معاشرہ جبری جہیز کی لعنت سے کراہ رہا ہے، شادی ہی کے دن سے دونوں خاندانوں کے درمیان لین دین کے سلسلے میں لڑائی جھگڑا، مار پیٹ، نفرت و کدورت اور دشمنی و عداوت کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، روز مرہ کی ان لڑائیوں اور مار پیٹ سے سب سے زیادہ نقصان میاں بیوی کا ہوتا ہے، سکون و قرار چھن جاتا ہے اور ان کی زندگی بے چینی اور بے قراری کا شکار ہو جاتی ہے، بلکہ کبھی کبھی یہ اتنی سنگین صورت اختیار کر لیتا ہے کہ تفریق اور طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

ماں، باپ، بھائی، بہن اور شوہر غرضے کہ لڑکے کے گھر کا ہر فرد زیادہ سے زیادہ جہیز کا حریص اور خواہش مند ہوتا ہے، خواہش کے مطابق جہیز نہ ملنے پر وہ لوگ اپنا سارا غصہ لاچار اور مجبور و بے سہارا لڑکی پر اتارتے ہیں، اسے طرح طرح کی اذیتیں دیتے ہیں اور ذہنی

اور جسمانی تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات اور حادثات آئے دن اخبارات اور میگزین کی زینت بنتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی لوگوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی اور وہ ہوش کے ناخن نہیں لیتے۔

کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے، اس کے اسباب اور وجوہات کیا ہیں اور ان کا تدارک کس طرح کیا جا سکتا ہے، بات بہت سیدھی ہے لیکن ہمارے پاس سوچنے کا وقت نہیں ہے، ہمارے دلوں سے اللہ تعالیٰ کا خوف نکل چکا ہے، اخلاص غائب ہو گیا ہے، اپنے قریبی رشتے داروں، ماؤں، بہنوں اور عورتوں کے واجبی حقوق کی ادائگی سے ہم کوسوں دور ہو گئے ہیں، ہم نے انھیں ان کے حق وراثت سے محروم کر دیا ہے، **نام و نمود کے لیے جہیز کے نام پر ہزاروں، لاکھوں روپے ہم خرچ کر دیتے ہیں، اور اپنی موچھ پر تاو دیتے ہیں، فخر و مباہات کرتے ہیں لیکن جب بچیوں کو وراثت کی شکل میں ان کا واجبی حق دینے کی بات آتی ہے تو ہم عورتوں اور بچیوں کو وراثت سے یکسر محروم کر دیتے ہیں، جہیز دینا مباح ہے اور وراثت کا حق ادا کرنا واجب، ہم مباح امر کو بجا لانے میں تو بہت چستی دکھاتے ہیں لیکن واجب حق کی ادائگی میں حیلے بہانے کر کے اپنا دامن بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔**

کس قدر افسوس و حیرت کی بات ہے کہ جس اسلام نے سماج و معاشرے سے مالی بد دیانتی اور حق تلفی کا خاتمہ کیا اور سماج کو ایسا معتدل اور متوازن قانون عنایت کیا جس کی مثال کسی بھی مذہب اور دھرم میں نہیں ملتی ہے۔ آج اسی کے ماننے والے مال وراثت سے عورتوں اور بچیوں کو محروم کر کے اس کے قانون کی دھجیاں اڑا رہے ہیں، غیروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کے نتیجے میں ان کے برے اقدار و روایات ہمارے سماج میں بھی در آئے ہیں، جسے دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سماج پھر سے زمانۂ جاہلیت کی طرف عود کر رہا ہے۔

یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ آج مسلمان قانون وراثت کے معاملے میں شرعی حدود کو پامال کر رہا ہے، ایسا نہیں ہے کہ اس میں جاہل اور ان پڑھ طبقہ ہی ملوث ہے بلکہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اس جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں، مختلف حیلوں اور بہانوں سے ماں، بہن، بیٹی اور دوسرے حق داروں کو میراث سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ **عام رواج یہی ہے کہ اگر والد کا انتقال ہوا تو بیٹے پورا مال آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں اور ماں کو یہ کہہ کر محروم کر دیتے ہیں کہ ماں تو ہمارے ساتھ ہی رہیں گی ان کو اس کی کیا ضرورت؟ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ماں بے چاری بیٹوں کے یہاں باری باری بھٹکتی رہتی ہے اور اسے اپنی ضروریات کے لیے ان کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے، بہو کے ظلم وستم کا نشانہ بننا پڑتا ہے، اس کے جلے کٹے جملے سن کر ماں شدید کرب واضطراب سے دوچار ہوتی ہے، اگر ماں کو ترکہ دے دیا جائے تو وہ خود کفیل رہے گی، یا کچھ نہ کچھ یہ ترکہ معاش کے انتظام میں معاون ہوگا اور اس کی بقیہ زندگی آرام سے کٹ جائے گی۔**

ایک حیرت ناک اور قابل افسوس پہلو یہ بھی ہے کہ اگر کوئی بہن اپنا حق وراثت مانگتی ہے تو ہمارا معاشرہ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کوئی ناقابل معافی گناہ سرزد ہو گیا ہے، بھائیوں کی طرف سے اس کا سوشل بائیکاٹ کیا جاتا ہے اور بھائی بہن کے پاکیزہ اور مقدس رشتے کو معطل کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے، ایک کمزور بہن یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے عزیز واقارب خصوصیت کے ساتھ اس کے بھائی بھتیجے اس کا سوشل بائیکاٹ کر دیں، اور ہر قسم کے تعلقات اس سے توڑ لیں، اس خوف اور ڈر کی وجہ سے وہ اپنے حق کا مطالبہ نہیں کرتی۔

انسانیت اور اخوت و محبت کے ان دشمنوں، مال و دولت اور زمین جائداد کے پجاریوں کی آنکھوں پر اتنا دبیز پردہ پڑا ہے کہ انھیں کچھ سجھائی نہیں دیتا، ہم یہاں ایسے لوگوں کی خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ ذخیرہ حدیث سے چند منتخب احادیث صحیحہ پیش کر رہے ہیں

ممکن ہے کہ وہ ان میں غور وفکر کریں اور فرمان رسالت کی برکتوں سے ان کور چشموں کی آنکھوں سے غفلتوں کے حجاب دور ہوجائیں، اور وہ ظلم وستم کی اُن غیر انسانی حرکتوں سے باز آجائیں جنھیں وہ بڑے شرحِ صدر کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے متعدّ ارشادات میں رشتوں کو جوڑنے اور قائم رکھنے کی کوشش کرنے والوں کے حق میں عظیم بشارتیں سنائی ہیں، انھیں پڑھ اور سن کر بندۂ مومن کا دل فرحت وانبساط سے مچل جاتا ہے، اور اسی کے شانہ بہ شانہ رشتوں کو توڑنے والوں کے سلسلے میں شدید وعیدیں بیان فرمائی ہیں بڑے سے بڑا پہلوان اور زور آور بھی انھیں برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توفیق خیر عطا فرمائے اور شریعت وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کا جذبہ عطا فرمائے۔ حق داروں تک حق پہنچانے کا جذبہ اور ولولہ عطا فرمائے۔

(۱) امام حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «اعْرِفُوا أَنْسَابَكُمْ تَصِلُوا أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّهُ لَا قُرْبَ لِرَحِمٍ إِذَا قُطِعَتْ وَإِنْ كَانَتْ قَرِيبَةً، وَلَا بُعْدَ لَهَا إِذَا وُصِلَتْ وَإِنْ كَانَتْ بَعِيدَةً» . هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے نسب پہچانو تاکہ صلہ رحم کرو، کیوں کہ اگر رشتہ کاٹا جائے تو اگرچہ قریب ہو وہ قریب نہیں، اور اگر جوڑا جائے تو دور نہیں اگرچہ دور ہو۔

(المستدرك، كتاب البر والصلة، باب أن الله ليعمر بالقوم الزمان بصلتهم لأرحامهم، رقم الحديث : ۷۳٦٥، ج : ٥، ص : ۲۲۳)

(۲) امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -قَالَ: تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي

الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الأَثَرِ. يعني به الزيادة في العمر .

اپنے نسب کو اتنا سیکھو جس سے صلہ رحمی کر سکو، کیوں کہ صلہ رحمی اپنے لوگوں میں محبت کا سبب ہے اس سے مال میں زیادتی اور عمر میں تاخیر ہوگی۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی تعلیم النسب، رقم الحدیث:۱۹۷۹، ج:۲، ص:۱۹، مجلس برکات، اشرفیہ)

(۳) امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لاَ يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ».

رشتہ کاٹنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

(صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب إثم القاطع، رقم الحدیث:۵۹۸۴، ج:. ص:)

(۴) امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا مَعَ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- عَشِيَّةَ عَرَفَةَ فِي حَلْقَةٍ، فَقَالَ لِي: "لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَمْسَى قَاطِعَ رَحِمٍ إِلَّا قَامَ عَنَّا"، فَلَمْ يَقُمْ إِلَّا فَتًى كَانَ فِي أَقْصَى الْحَلْقَةِ، فَأَتَى خَالَةً لَهُ فَقَالَتْ: مَا جَاءَ بِكَ؟ هَذَا عَنْ أَمْرِكَ؟ فَأَخْبَرَهَا بِمَا قَالَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، ثُمَّ رَجَعَ فَجَلَسَ فِي مَجْلِسِهِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: "مَا لِي لَمْ أَرَ أَحَدًا قَامَ مِنَ الْحَلْقَةِ غَيْرَكَ؟" فَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَ لِخَالَتِهِ وَمَا قَالَتْ لَهُ، فَقَالَ: "اجْلِسْ، فَقَدْ أَحْسَنْتَ، إِلَّا أَنَّهَا لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ".

عرفہ کی شام ہم ایک مجلس میں بارگاہ رسالت میں حاضر تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے آج رشتہ کاٹا ہو ہماری مجلس سے اٹھ کر چلا جائے"، تو مجلس کے آخری کنارے سے ایک نوجوان اٹھا اور سیدھا اپنی خالہ کے پاس گیا، اس کی خالہ نے کہا: اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی کیوں آئے ہو؟ اس نوجوان نے اپنی خالہ کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے آگاہ کیا، پھر واپس آیا اور اپنی جگہ بیٹھ گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: "کیا بات ہے مجلس سے تنہا تم ہی گئے اور کوئی نہیں گیا"، اس نوجوان نے رسول اللہ ﷺ کو وہ بات چیت بتائی جو اس نے اپنی خالہ سے کی تھی اور اس کی خالہ نے جو جواب دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بیٹھ جاؤ، یقیناً تم نے بہت اچھا کام کیا ہے، سنو! جس قوم میں قاطع رحم ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں اترتی ہے"۔ (شعب الایمان باب فی صلۃ الأرحام، رقم الحدیث: ۷۹۶۲، ج:۶، ص:۲۲۳)

(۵) امام حاکم نے مستدرک میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- قَالَ: لَقِيتُ رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَبَدَرْتُهُ فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَبَدَرَنِي فَأَخَذَ بِيَدِي فَقَالَ: «يَا عُقْبَةُ، أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ أَخْلَاقِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ، أَلَا وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُمَدَّ فِي عُمْرِهِ وَيُبْسَطَ فِي رِزْقِهِ فَلْيَصِلْ ذَا رَحِمِهِ».

وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کو گیا، میں نے جلدی سے حضور ﷺ کا دست مبارک پکڑ لیا اور حضور ﷺ نے میرے ہاتھ کو جلدی سے پکڑ لیا، پھر فرمایا: "اے عقبہ! دنیا وآخرت کے افضل اخلاق یہ ہیں کہ ● تم اس کو ملاؤ جو تمھیں جدا کرے، ● اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو ● اور جو یہ چاہے کہ عمر میں درازی ہو اور رزق میں وسعت ہو وہ اپنے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

(المستدرك، كتاب البر والصلة، باب من أراد أن يمد في رزقه فليصل ذا رحمه، رقم الحديث: ٧٣٦٧، ج: ٥، ص: ٢٢٤)

باپ کے انتقال کے بعد شرعی طور پر اس کی جائیداد کسی ایک فرد کی ملکیت نہیں، بلکہ

اس میں ان تمام وارثین کا حق ہے جو کتاب و سنت اور اجماع کی روشنی میں اس مال کے وارث ہیں ہے اور وہ ان کی امانت ہے، جتنی جلد ممکن ہو اس امانت کو اس کے حق داروں کے حوالے کر دینا ضروری ہے، وراثت وارثوں کا شرعی حق ہے، وارث خواہ مرد ہو یا عورت، بیٹا ہو یا بیٹی، بہن ہو یا بھائی، ماں ہو یا باپ، اس سے ان کو محروم کرنا، ناحق ان کا مال غصب کرنا، خیانت، بد دیانتی اور بہت بڑی حق تلفی ہے۔ جس طرح دور جاہلیت میں طاقت ور افراد پورا مال میراث ہڑپ لیتے تھے اور عورتوں، بچوں اور کم زوروں کو میراث سے محروم کر دیتے تھے اس وقت ہمارے سماج میں وہی بیماری در آئی ہے، اس نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور اس کی جڑیں بہت مضبوط ہو گئی ہیں، اکثر علاقوں میں عام طور پر مردوں کو تو میراث سے حصہ ملتا ہے لیکن عورتوں کو ان کے حق وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے اور طرح طرح سے حیلے بہانے کیے جاتے ہیں، عورتوں کو بغیر کسی شرعی سبب کے وراثت سے محروم کرنا بہت ہی بڑا جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے وارثوں کا شرعی حق کھانے والوں کے بارے میں سخت وعیدیں اور عبرت ناک سزائیں سنائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

(آیت:۱) ”لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ۪ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا۝۷“۔ (سورۃ النساء، آیت:۷)

مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے، اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس میں جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے، ترکہ تھوڑا ہو یا بہت، حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔ (کنزالایمان)

(آیت:۲) ”وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا۝۱۹ۙ وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۝۲۰ؕ“۔

(سورۃ الفجر، آیت:۱۹، ۲۰)

ترجمہ: اور میراث کا سارا مال جمع کر کے ہڑپ جاتے ہو اور مال سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ قرطبی تحریر فرماتے ہیں:

وكان أهل الشرك لا يورثون النساء ولا الصبيان بل ياكلون ميراثهم مع ميراثهم، وتراثهم مع تراثهم. (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، ج:۲۰، ص:۳۶، دار الکتب العلمیہ)

یعنی مشرکین عورتوں اور بچوں کو ترکہ میں سے کچھ نہ دیتے تھے، بلکہ ان کے حصہ کو بھی اپنے حصہ کے ساتھ ملا کر ہڑپ کر جاتے تھے۔

(آیت:۳) " اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۠ ". (سورۃ النساء، آیت:۱۰)

بے شک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عن قریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔

(آیت:۴)" يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ".(آیت:۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمھاری باہمی رضامندی کا ہو اور اپنی جانیں قربان نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔(کنزالایمان)

اسی طرح احادیث مبارکہ میں آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے متعدّد ارشادات ہیں جن میں آپ نے اپنی امت کو حقوق العباد کی پامالی اور ناحق کسی کا مال دبا لینے کے وبال سے آگاہ فرمایا ہے۔ یہاں ہم صرف دو حدیثیں درج کر رہے ہیں۔

(حدیث:۱) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ: أخوف إلخ . . . فَمَنْ يَأْخُذْ مَالًا بِحَقِّهِ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ يَأْخُذْ مَالًا بِغَيْرِ حَقِّهِ فَمَثَلُهُ، كَمَثَلِ الَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ»(سنن ابن ماجہ، ج:۲، ص:۱۳۲۳، مکتبہ شاملہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے حق کے ساتھ مال لیا تو اس میں برکت ڈالی جائے گی، اور جس نے ناحق مال لیا تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا

ہے مگر شکم سیر نہیں ہوتا۔

(حدیث:۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «مَنْ فَرَّ مِنْ مِيرَاثِ وَارِثِهِ، قَطَعَ اللهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

(سنن ابن ماجہ، ج:۲، ص:۹۰۲، مکتبہ شاملہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی وارث کی وراثت دینے سے راہ فرار اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کا حصہ ختم کردے گا۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانانِ عالم کو اس ہولناکی سے محفوظ رکھے، اور انھیں اسلام کے قانون وراثت کے مطابق تمام وارثین کو ان کا جائز اور واجب حق دینے کی توفیق عطا فرمائے، بالخصوص عورتوں اور لڑکیوں کے مال وراثت کو پوری دیانت داری اور امانت داری کے ساتھ ان تک پہنچانے کی توفیق ارزانی فرمائے، نیز اس مسئلہ شرعی کی تبلیغ اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس سلسلے میں بیداری لانے اور لوگوں کو اس جانب متوجہ کرنے کی جرأت وہمت سے نوازے۔ **حالات انتہائی سنگین ہیں، ذخیرہ اندوزی اور دولت وثروت کے حرص وآز کے اس پرآشوب و پرفتن دور میں یہ بہت مشکل امر ہے لیکن اللہ رب العزت کی رحمت سے مایوسی بھی نہیں۔ اگر ہماری کوششوں سے ایک آدمی کی بھی اصلاح ہوجائے اور وہ حقوق العباد کی پامالی کی اس عام وبا سے محفوظ ہوجائے تو ہماری یہ کوشش بہت عظیم ہے۔**

شادی سے متعلق چند ہدایات

شادی کی بہت سی رسمیں اباحت کا درجہ رکھتی ہیں اگر اعتدال کے ساتھ ادا کی جائیں اور شریعت کے حدود سے باہر نہ ہوں اور خوشی کے موقع پر خوشی منانا مقصود ہو، تفاخر اور ریا کا دخل نہ ہو تو ان پر ثواب مل سکتا ہے **لیکن ایسے انسان بہت کم ہیں جو مسرت اور غم میں**

اعتدال کی حالت قائم رکھ سکیں اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی اس وسعت سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور مباحات کو محرمات بناکر چھوڑتے ہیں اس پر طرہ یہ کہ وہ اسی خیال میں سرشار رہتے ہیں کہ ہم نے مباحات کے حدود سے قدم باہر نہیں نکالا حالاں کہ ان کو یہ خبر نہیں ہے کہ حدود شرعیہ سے ذرا تجاوز کرنے سے وہی مباحات محرمات کا حکم اختیار کرلیتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند خصوصی ہدایات تحریر کی جاتی ہیں اگر مسلم طبقہ سنجیدگی کے ساتھ ان پر غور وفکر کرے اور عمل کی بھی کوشش کرے تو معاشرے سے بہت سی برائیاں خود بخود ختم ہوجائیں گی اور اس کی برکتیں اور ضیاپاشیاں ہر شخص کے مشام جاں کو اپنی خوش بو سے معطر کردیں گی، نیز اس سے شکستہ دل اور سوختہ جگر غریبوں کی دل جوئی اور دل داری بھی ہوگی۔

(۱) والدین کو چاہیے کہ بہو، یا داماد کے انتخاب میں ان کے دین اور حسن اخلاق کا خاص لحاظ رکھیں، ہاں اگر اس کے ساتھ حسب، نسب اور حسن وجمال کی رعایت ہوجائے تو نورٌ علی نور ہے۔

(۲) لڑکے کی طرف سے مال ومتاع کی طمع ولالچ، جہیز وجائداد کا مطالبہ قطعا جائز نہیں ہے، اسی طرح لڑکی والوں کے لیے جہیز کے دینے میں غلو ومبالغہ اور اس کا مظاہرہ بالکل روا نہیں ہے اس لیے کہ اس سے غریبوں کی دل شکنی اور ان کی بچیوں کی شادی میں کلفت وتنگی ہوتی ہے بلکہ بہت سی بچیاں ماں باپ کے جہیز کے انتظام سے مجبوری کی بنا پر بیٹھی رہ جاتی ہیں۔

(۳) اس وقت بارات کا رواج بڑھتا ہی جارہا ہے جو محض قومی رسم و رواج ہے جس کی شرعا کوئی حیثیت نہیں، اور اگر اس میں خرافات اور فضولیات کی شمولیت ہو تو پھر اس کی قباحت وشناعت بالکل عیاں ہے جیسا کہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ آج کل مسلم وغیر مسلم کی باراتوں میں فرق کرنا مشکل ہوگیا ہے؛ اس لیے جہاں تک ہوسکے اس میں کمی لانے کی کوشش کی جائے۔

(۴) نکاح کا اعلان ہونا چاہیے اور مسجد میں ہونا مسنون ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: ''أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد''. اور ماہ شوال اور یوم جمعہ کی رعایت ہوجائے تو محمود ہے۔

(۵) خطبۂ نکاح کو بغور سننا چاہیے، اور اگر کوئی عالم اس سلسلے میں بیان کرے تو ہمہ تن گوش ہوجانا چاہیے، اس طرح مجلس نکاح گویا مجلس ذکر وتذکیر ہوجائے گی اور اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر کی وجہ سے اس رشتے میں خیر وبرکت کی شمولیت ہوجائے گی۔

(۶) اثنائے نکاح میں تصویر کشی، فلم سازی یہ کسی طرح روا نہیں لہذا اس کی وجہ سے محفل نکاح کو رحمت الٰہی سے دور ومحروم نہ کرنا چاہیے۔

(۷) نکاح کے بعد چھوارے، خرمے یا کھجور لٹانا یا تقسیم کرنا چاہیے، مگر آداب مسجد کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر تقسیم پر اکتفا کریں، مسجد میں شکر تو ہرگز نہ لے جائیں تاکہ اس کے گرنے سے مسجد کا فرش خراب نہ ہو جائے، کیوں کہ بہت سے غیر مہذب لوگ لوٹ کھسوٹ سے باز نہیں آتے ہیں، جس کی وجہ سے مسجد لہو ولعب، شور وغل کا شکار ہوجاتی ہے۔

(۸) شب عروسی گذارنے کے بعد اپنے عزیزوں، دوستوں، رشتے داروں اور مساکین کو دعوت ولیمہ کا کھانا کھلانا سنت ہے، ولیمہ چوں کہ حدیث مبارک سے ثابت ہے؛ اس لیے اس کے اندر اہتمام اپنی حیثیت کے لحاظ سے مستحسن ہے، قدرت نہ ہونے کی صورت میں تھوڑا کھانا چند لوگوں کو کھلادینا بھی کافی ہے، ولیمہ میں نیت بھائیوں کے قلوب کو خوش کرنا اور سنت نبوی کی اتباع ہونی چاہیے۔ **اور جس ولیمہ میں غریب نہ شریک کیے جائیں اور محض نام ونمود کے لیے کیا جائے اس میں خیر وبرکت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کا سبب ہے۔**

(۹) شوہر کو چاہیے کہ عورت کے لیے نان ونفقہ اور رہنے کے لیے مکان کا انتظام

کرے، اور انتہائی شفقت و محبت کا برتاؤ کرے، **اگر اس کی کم فہمی یا کج خلقی سے اذیت پہنچے تو برداشت کرے اور نرمی سے سمجھاتا سکھاتا رہے۔**

(۱۰) گھر کے معاملات میں خصوصًا بچوں، بچیوں کی شادی بیاہ کے سلسلے میں ان سے مشورہ کرے اور پوری توجہ سے ان کی بات سنے، ممکن حد تک ان کے مشورہ پر عمل بھی کرے، اس میں ان کی خاطر داری اور دل جوئی ہے جو باہم باعث الفت و محبت ہے اور اگر وہ جذبات کی رو میں بہ کر کوئی غلط فیصلہ لے رہے ہوں تو شفقت و محبت اور لاڈو پیار کے ساتھ سمجھائے اور انھیں راہ راست پر لانے کی کوشش کرے۔

(۱۱) شوہر کی ذمے داری ہے کہ اپنی بیوی بچوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے، نماز، روزے کے مسائل سکھائے اور بری باتوں سے منع کرے، **مثلا بے پردگی، سینمابازی، ٹی وی دیکھنا وغیرہ، اسی طرح غلط مقامات پر جانے اور فحش کتابوں کے پڑھنے سے بھی باز رکھے۔** رسول کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

"اعملوا بطاعة الله، واتقوا معاصي الله، ومروا أولادكم بامتثال الأوامر واجتناب النواهي فذلك وقاية لهم ولكم من النار"(تفسیر الطبری، ۴۹۱/۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالی کے حکم کی فرماں برداری کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو، اور اپنی اولاد کو نیکیوں کا عمل کرنے اور برائیوں سے بچنے کا حکم کرو (اگر تم ایسا کرو گے تو) یہ ان کے لیے اور تمھارے لیے جہنم سے بچاو کا سامان ہوگا۔

(۱۲) بیوی کو شوہر کی اطاعت کا بے حد اہتمام کرنا چاہیے تاکہ شوہر اس سے خوش رہے، اس لیے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

جو عورت اس حال میں وفات پائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (ترمذی، ج:، ص:)

(۱۳) میاں بیوی کو چاہیے کہ والدین کی خدمت و نصرت کا خاص لحاظ رکھیں، اور

اس نئے رشتے کی وجہ سے پرانے رشتوں کے حقوق فراموش نہ کریں، اسی طرح چچا، چچی، خالہ، پھوپھی، بھائی و بہن کے حقوق کی رعایت بھی لازمی و ضروری ہے۔

(۱۴) **شادی بیاہ کے موقع پر کھانے کی بڑی ناقدری و بے حرمتی کی جاتی ہے اس کی قطعًا اجازت نہیں ہے اس لیے کہ یہ کفرانِ نعمت ہے۔**

(۱۵) سنت کے مطابق کھانا فرش پر کھانا چاہیے مگر اب عموماً طریق سنت کے خلاف میز کرسی پر کھایا جاتا ہے جس سے خواص امت کو تو بہت زیادہ بچنا چاہیے **اور اس سے بھی بڑھ کر یہ بدعت مسلمانوں میں رائج ہو رہی ہے کہ کھڑے کھڑے چل پھر کر کھانے کو فیشن سمجھا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ طریقہ اسلامی تو کیا اس کو غیر انسانی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔**

بات یہ ہے کہ دشمنان دین جن کے ہم میں سے کچھ لوگ دل دادہ ہیں وہ جو طریقہ بھی اختیار کرتے ہیں اور اس کی الٹی سیدھی جو حکمت و مصلحت بیان کرتے ہیں اس کو یہ لوگ بلا توقف تسلیم کر لیتے ہیں بلکہ عمل بھی شروع کر دیتے ہیں اور اس کی قطعاً پروا نہیں کرتے کہ وہ اسلامی طریقے کے خلاف ہے۔

تعجب ہے کہ یہ طریقہ وہ لوگ اختیار کرتے ہیں جو عرف میں دانش مند کہلاتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ ایسی عقل و دانش مندی کس کام کی جو شریعت و سنت کے خلاف عمل کو روا رکھتی ہے اس لیے بجا طور پر یہ مصرع پڑھا جا سکتا ہے:ے بریں عقل و دانش ببایدگریست یعنی ایسی عقل و دانش پر رونا چاہیے۔

(۱۶) **عورت کو پردے کا اہتمام کرنا چاہیے،** اس لیے کہ بے پردگی میں بے حد فتنہ ہے، رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: عورت عورت ہے جب وہ بے پردہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تکتا ہے۔ (ترمذی، ج:، ص:)

(۱۷) خاص طور پر شادی کے موقع پر عورتوں کا بناو سنگار کر کے زیب و زینت کے ساتھ نیم عریاں لباس پہن کر، یا عورتوں کا مردوں کا لباس زیبِ تن کر کے بے حجاب شرکت

کرنا اور میک اپ کے غیر شرعی طریقوں کو اختیار کرنا، اور زیورات، مہندی، خوش بو کی نمائش کرنا بہت سخت گناہ ہے، بعض چیزوں پر تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے لعنت بھیجی ہے، بعض چیزوں کے کرنے سے عورت کی نماز، وروزہ قبول نہیں ہوتا، **اور بعض چیزیں مثلا نیل پالش لگانے سے وضوہی درست نہیں ہوگا۔**

(۱۸) اپنے سگے بہنوئی اور دیور سے بھی پردے کا اہتمام ہونا چاہیے۔
عورت کا پس پردہ رہنا ہی اس کا باطنی حسن و جمال ہے، اور شرم وحیا کے ساتھ رہنا اس کا دینی کمال ہے، بازاروں کی چپک دمک بننا اور دکانوں پر ساہو کار بن کر بیٹھنا اور فحش لٹریچروں کی زینت بننا اور فساق وفجار کی بدنظری سے مجروح و بے آبرو ہونا کہاں کی شرافت ہے؟ عورت کا شرف و کمال تو اس میں ہے کہ اپنے شوہر کی جھوپڑی کو ہی کاشانۂ سلیماں سمجھے۔

(۱۹) ماں باپ کو بھی صلاح و نیکی اختیار کرنا چاہیے اس لیے کہ ان کی نیکی کا اثر اولاد پر بھی پڑتا ہے خصوصًا ماں کی دین داری کا بچوں پر بہت اثر پڑتا ہے چناں چہ حال کے بزرگوں کی سوانح حیات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مائیں نیک و صالحہ تھیں۔

(۲۰) والدین کو اپنی اولاد کو حقوق زوجین کی ادائگی کی تعلیم و تاکید کرنی چاہیے؛ اس لیے کہ بعض جگہ دیکھا جاتا ہے کہ مسجد میں نکاح کی سنت تو ادا کی جاتی ہے مگر حقوق زوجین کی معرفت واہمیت نہ ہونے سے آئے دن فساد واختلاف کی نوبت آتی رہتی ہے، بلکہ بعض مائیں تو اپنی بچیوں کو دین و اسلام کے خلاف تربیت دیتی ہیں جس کی وجہ سے معاملہ اور خراب ہوجاتا ہے جیسا کہ اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

(۲۱) نکاح جس قدر کم صرفہ میں ہوجائے اتنا ہی وہ نکاح برکت والا ہے،
جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: برکت کے اعتبار سے سب سے بڑھا ہوا نکاح وہ ہے جس میں بوجھ کم سے کم پڑے۔

(مسند امام احمد، ج:۴۱، ص:۷۵، مؤسسۃ الرسالۃ)

(۲۲) مہر مقرر کرنے میں نہ تو بہت بڑھ چڑھ کر رقم مقرر کرنا چاہیے کہ جس کو شوہر ادا ہی نہ کر سکے، صرف فخر و مباہات مقصود ہو، اور نہ ہی بہت کم مقدار مقرر کرنا چاہیے جس سے لڑکی کی بے وقعتی و ناقدری معلوم ہوتی ہو۔

(۲۳) یہ بات بتاکید عرض ہے کہ مرد جذبے میں آکر طلاق نہ دیا کریں، خاص طور سے تین طلاق، تو اس سے بہت پرہیز کریں، اور نہ بیوی بات بات پر طلاق کا مطالبہ کرے، اس لیے کہ عموماً بعد میں دونوں ہی کو پچھتانا پڑتا ہے اور گھر ویران اور بچے برباد ہو جاتے ہیں اور غیر قوموں کو مذہب اسلام پر ہنسنے کا بھی موقع ملتا ہے۔ اگر ہم اپنے شب و روز شریعت و سنت کے مطابق گزاریں گے تو اسلام اور مسلمانوں کے کسی دشمن کو انگشت نمائی کا موقع نہیں ملے گا، اور اسلام کے خلاف اس کی تمام تدبیریں دم توڑ دیں گی، اور وہ اپنے مقصد میں ناکام و نامراد ہوگا۔

(۲۴) سالی یعنی بیوی کی بہن بھی اجنبیہ لڑکی ہے، بے پردہ اس سے بات چیت کرنا اور تنہائی میں اس کے ساتھ ہونا بہت سی برائیوں کی جڑ اور ان کا پیش خیمہ ہے؛ اس لیے ان سے مکمل احتیاط اور احتراز ضروری ہے۔

(۲۵) سسرال والے اپنی بہو کو پرائے گھر کی بیٹی نہ تصور کریں، اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو شفقت و محبت کے ساتھ اسے سمجھائیں، اس کی خوبیوں پر اس کو سراہیں، **ہرگز ہرگز اس کے سامنے اس کے ماں باپ اور میکے والوں کی برائی نہ کریں کیوں کہ اس سے نفرت و عداوت جنم لیتی ہے** جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شعلہ جوالہ بن جاتی ہے اور پورے گھر کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے، شوہر کے ماں باپ آنے والی بہو کو اپنی بیٹی، بہنیں سہیلی، اور بھائی بہن کے روپ میں دیکھیں گے تو وہ بھی انھیں اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کا درجہ دے گی اور گھر کا امن و سکون قائم رہے گا۔

———○———

تعارف مؤلف

محمد التمش انصاری مصباحی، پرتاپ گڑھ

نام ونسب: محمود علی مشاہدی بن مقصود علی بن رحمت علی بن عنایت علی بن اہلا دخان
ولادت: ۲۹/ دسمبر ۱۹۸۴ء ڈومکم امیا، پوسٹ: تلوک پور، تحصیل: اٹوا، ضلع: سدھارتھ نگر (یوپی)

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم گاؤں کے "مدرسہ حشمت العلوم" میں حاصل کی، ۱۹۹۳ء میں دار العلوم اہل سنت امداد العلوم مٹہنا میں داخلہ لیا اور اعدادیہ تا خامسہ مکمل چھ سال تک اساتذہ جامعہ سے قراءت، ریاضی اور درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ جماعت خامسہ کے بعد جب "الجامعۃ الاشرفیہ" مبارک پور میں جماعت سادسہ میں داخلہ کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ نصاب میں یکسانیت نہ ہونے کی وجہ سے اکثر کتابیں چھوٹ جائیں گی اس لیے ۲۰۰۰ء میں "الجامعۃ الاشرفیہ" میں جماعت خامسہ" میں داخلہ لیا اور خامسہ سے فضیلت تک چار سال جامعہ کے مؤقر اساتذہ ومشایخ کے چشمہ علم وعرفان سے سیراب ہوئے، ۲۰۰۳ء میں سند فضیلت اور دستار سے نوازے گئے۔ اس کے بعد سراج الفقہا محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی حفظہ اللہ کے حکم اور مشورے سے تخصص فی الفقہ میں داخلہ لیا اور دو سال آپ کی نگرانی میں فتوی نویسی کی تربیت حاصل کی اور دیگر اساتذہ جامعہ سے فقہ حنفی کی اہم کتابوں کے درس کے ساتھ فتوی نویسی کے اصول وضوابط میں اکتساب فیض کیا۔ اس تحقیق اور مشق نے آپ کی خوابیدہ صلاحیتوں کو خوب خوب نکھارا اور اب آپ ایک اچھے مفتی، مدرس، مقالہ نگار اور مصنف ہیں۔

فراغت: ۳۱/ مئی ۲۰۰۳ء جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے دستار فضیلت اور ۸/ جنوری ۲۰۰۵ء کو تخصص فی الفقہ کی سند ودستار سے نوازے گئے۔

اساتذہ: جن اساتذۂ کرام کے چشمہ صافی سے آپ سیراب ہوئے، ان کی تفصیل یہ ہے:

(الف) اساتذہ مدرسہ حشمت العلوم، ڈوکم امیا

● مولانا عبد اللہ ● مولوی محمد اسحاق ● مولانا غلام شیر رضا ● مولانا احمد حسن ●ماسٹر عبارت حسین۔

(ب) اساتذہ دار العلوم امداد العلوم، مٹہنا

● حضرت مولانا حافظ محفوظ الرحمن مصباحی ● حضرت مولانا انوار الحق مصباحی ●حضرت مولانا مختار احمد قادری مصباحی ● حضرت مولانا رفعت اللہ علیمی ● حضرت مولانا محمد الیاس مصباحی ● حضرت مولانا شبیر احمد مصباحی ● حضرت مولانا برکت علی مصباحی ●حضرت قاری عبد الرزاق صاحب ●حضرت قاری محمد نظام الدین صاحب۔

(ج) اساتذہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

● محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، سابق صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور ● حضرت علامہ مولانا عبد الشکور مصباحی، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارکپور ● صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، سابق صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور ● حضرت علامہ مولانا محمد نصیر الدین عزیزی ● سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی، صدر المدرسین وصدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارکپور ● حضرت علامہ مولانا اعجاز احمد مصباحی -رحمہ اللہ تعالی- ● حضرت علامہ مولانا اسرار احمد مصباحی ● حضرت علامہ مولانا شمس الہدی رضوی مصباحی ● حضرت مولانا مفتی بدر عالم مصباحی ● حضرت علامہ مولانا نفیس احمد قادری مصباحی ● حضرت علامہ مولانا مسعود احمد برکاتی مصباحی ● حضرت علامہ مولانا جلال الدین نوری مصباحی

تدریسی خدمات: ① ۱۸/ نومبر ۲۰۰۵ء تا ۲۳/ اکتوبر ۲۰۰۶ء دار العلوم اہل سنت غوث اعظم امام احمد رضا، پوربندر، گجرات ② ۲/ نومبر ۲۰۰۶ء تا ۱۴/ اکتوبر ۲۰۰۸ء الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور ③ ۱۶/ اکتوبر ۲۰۰۸ء تا ۲۸/ ستمبر ۲۰۱۰ء دار العلوم اہل سنت امداد العلوم، مٹہنا ④ ۱۲/ اکتوبر ۲۰۱۰ء تا حال الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

تصنیف و تالیف: ① ضوء الایمان (علم غیب کی بنیاد پر ایمان لانے والے صحابہ) [غیر مطبوع] ② شادی اور اصلاح معاشرہ۔

تحقیق، تخریج، تحشیہ، تسہیل، ترجمہ: ① زاد الاحباب فی مناقب الاصحاب (عربی) ② معدن الفضائل فی شرح الشمائل [عربی] ③ التفسیر المحمدی- ۳؍ جلدیں، [عربی، غیر مطبوعہ] ④ مسانید امام اعظم [عربی، مراجعت و تحقیق و تحشیہ] ⑤ انتصار الحق [کچھ حصوں کی تخریج و تسہیل] ⑥ نصر المقلدین [کچھ حصوں کی تخریج و تسہیل و ترجمہ] ⑦ انوار آفتاب صداقت [کچھ حصوں کی تخریج و تسہیل و ترجمہ] (⑧-⑪) فتاوی شارح بخاری کی چار جلدوں کی تخریج، ⑫ فتاویٰ شارح بخاری کتاب الصوم، کتاب الزکات، کتاب الحج [زیر ترتیب]

مقالات کی تلخیص: مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ کے سیمینار کے لیے متعدّد تحقیقی مقالات، اور درج ذیل عناوین کے مقالات کی تلخیص ① دباغت سے پہلے ناپاک کھال کی خرید و فروخت ② شے مرہون سے انتفاع شرعی نقطہ نظر سے ③ زندگی کا حمایتی نظام (لائف سپورٹ سسٹم شرعی نقطہ نظر سے) ان کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی آپ نے خامہ فرسائی کی ہے۔

حج و زیارت: ۸؍ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۶؍ نومبر ۲۰۱۷ء کو قسمت نے یاوری کی اور آپ کو در رسول علیہ الصلاۃ والسلام پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، پھر وہاں سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور زیارت خانہ کعبہ اور عمرہ کا شرف حاصل کیا۔ ۶؍ ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰؍ جولائی ۲۰۱۸ء کو اپنی اہلیہ اور والدین کے ہمراہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اور ۲۲؍ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۳؍ دسمبر ۲۰۱۸ء کو وہاں کی برکتوں سے فیض یاب ہو کر واپس ہوئے۔

بیعت: شہزادۂ شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ مولانا الشاہ مفتی **محمد مشاہد رضا** حشمتی علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ اسی مناسبت سے ''**مشاہدی**'' لکھتے ہیں۔

✳ ✳ ✳ ✳ ✳ ✳